بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

"یہ وہ تقریر ہے جو مین نے جلسہ کے موقعہ پر اٹھائیس تاریخ کو کی اس سے پہلے اخبار بدر مین بھی شائع ہو چکی ہے اور مکرمی قاضی اکمل صاحب نے تیار کی۔ لیکن اب تصنیف را معنّف نیکو کند بیان کے مطابق مین خود ان نوٹون سے جو اس موقعہ پر سکرٹری صاحب انجمن تشحیذ الاذہان نے لئے تھے اس کو تیار کرتا ہون۔

خاکسار مرزا محمود احمد"

یہ سوال طبعاً ہر ایک شخص کے دل مین پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہین اور اس اصل مقصد کو کیون کر پا سکتے ہین کہ جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہین سو اس کے جواب کے لائق قرآن شریف سے زیادہ اور کوئی کتاب نہین ہے اس لئے مین چند آیات قرآن شریف سے پڑھ کر آپ لوگون کو سناتا ہون۔

ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ۔ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقًا فی التوراۃ والانجیل والقراٰن۔ ومن اوفی بعہدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہٖ وذلک ھو الفوز العظیم۔ التائبون العابدون الحامدون

جس کے ثابت ہونے کے بعد دنیا میں اصلاح ہو سکتی ہے ہم خدا کے رسول کو مان کر دنیا کے نزدیک تو کافر اور قابل نفرت ٹھہر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ خدا کے نزدیک بھی ہم کافر ہی ٹھہریں اس لئے چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے ڈر کر کام کریں دنیاوی تجارتیں ہم نے اس لئے چھوڑیں کہ ہم دینی تجارت کریں گے اور اس وجہ سے ہمارے مخالف ہم سے اس بات میں بڑھ گئے اب اگر دین کی تجارت میں بھی سستی کریں تو ہم خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو جائیں گے (نعوذ باللہ) ہم نے بیعت کے وقت خدا سے گویا کہ وعدہ کر لیا ہے کہ ہم دنیا کی جنس نہ خریدیں گے بلکہ ہمیشہ دین کی جنس کو مقدم رکھیں گے پس چاہیئے کہ ہمیشہ اس کا خیال رہے انسان کوئی چیز خریدتے وقت دو چار اور تجربہ کاروں کو بھی دکھا لیتا ہے کہ آیا اس میں کچھ نقص تو نہیں اسی طرح دینی چیزیں خریدنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسے تجربہ کار عنایت کئے ہیں۔ کہ جو ہمیں ہر ایک چیز کے حسن و قبح سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ ہمارے اعضاء ہیں مثلاً ہاتھ پاؤں دل و دماغ آنکھ کان ناک اور زبان وغیرہ جب کوئی کام ہم ایسا کرتے ہیں جو بُری جنس سے ہوتا ہے تو فوراً ہمیں یہ اطلاع دیتے ہیں کہ یہ کام عہد کے خلاف ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہٖ نفسہٗ۔ میرے خیال میں یہ آیت قرآن شریف کی منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ قرآن شریف کو میں نے بھیجا ہے جو انسان کا پیدا کرنیوالا ہوں اور اس کے کل خیالوں اور وسوسوں کو جانتا ہوں اگر یہ کسی اور شخص یا مخلوق کی طرف سے ہوتا تو اس میں انسان کے دلی خیالات کا اظہار کس طرح ہوتا اور چونکہ اس میں انسان کے کل وسوسوں اور خیالوں کے متعلق ہدایتیں اور جواب ہیں اس لئے صاف ثابت ہوا کہ اس کا بھیجنے والا میں ہی ہوں جو مخلوقات کا رب ہوں پس یہ ایک کیسی کھلی بات ہے جو قرآن شریف اپنے منجانب اللہ ہونے کے بارہ میں پیش کرتا ہے انسان کے مختلف وسوسوں کو انسان نہیں جانتا پھر قرآن شریف نے کل وساوس کے جواب کیوں کر دیئے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے پس یہ آیت قرآن شریف کی سچائی کو ثابت کرتی ہے اس لئے غور کر کے دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی نیکی نہیں بتائی جس کو کر کے اعضاء خوش نہ ہوتے ہوں اور کوئی ایسی بدی نہیں بتائی کہ جس کو کر کے اعضاء بُرا نہ مناتے ہوں

اور یہ قرآن شریف کی سچائی کا ایک کامل ثبوت ہے غرضیکہ خدا تعالےٰ نے انسان کو دینی سوداگر کرنے کے لئے چند تجربہ کار رمنائٹ کئے ہیں جو ہر ایک کام کے وقت کے بتلانے میں کہ یہ نیک ہے یا بد۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم اس بیع کو کر چکو اور اس کے تمام لوازم کو پورا کر لو تو تم اب اس بیع کے نتیجہ سے خوش ہو جاؤ کیونکہ تم نے وہ کام کیا ہے جس کا نتیجہ بہت ہی نیک ہوگا اور وہ ایک عظیم الشان کامیابی ہوگا پس جب ایک ادنیٰ انسان یا عہدہ دار کی دی ہوئی خوشخبری پر ہم اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ جاموں میں پھولے نہیں سماتے تو خدا کی بتائی ہوئی خوش خبری پر ہم کیوں خوش نہ ہوں جانتے ہو کہ خدا کا ایک دن ... ہزار دن کا ہوتا ہے تو جب وہ ایک چیز کو بڑی کہتا ہے تو نہ معلوم وہ کتنی بڑی ہوگی یہ ہے تو وہم میں بھی نہیں آسکتی۔

اب اس کے بعد خدا نے چند شرطیں بتائی ہیں کہ جو اس بیع میں ضروری ہیں اور جن کے بغیر یہ بیع مکمل نہیں ہو سکتی اول تو یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتا رہے کیونکہ انسان بعض دفعہ پاک ہو جاتا ہے اور کبائر گناہوں سے بچ رہ جاتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کے دل پر زنگ لگتا رہتا ہے اور آخر ہلاک ہو جاتا ہے اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ ترکیب بتائی ہے کہ توبہ کرتے رہو جو گناہوں کے زنگ کی تلافی ہے اسمیں یہ بھی بتایا ہے کہ میں غیر مذاہب کے جھوٹے خداؤں کی طرح ایسا نہیں ہوں کہ کبھی گناہ بخشوں ہی نہیں بلکہ جب کوئی توبہ کرے تو میں گناہ بخش دیتا ہوں غرض کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہوتا ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو گدلا ہوتا رہتا ہے اور آخر ایک دن ناکارہ ہو جاتا ہے اس موقعہ پر مجھے ایک خواب یاد آگئی ہے وہ بھی سنا دیتا ہوں میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ میں اسی طرف منہ کر کے جس طرف اب کھڑا ہوں لیکچر دے رہا ہوں اور اسی طرح اس طرف حضرت خلیفۃ المسیح بیٹھے ہیں اور میں بیان کر رہا ہوں کہ انسان کا دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور ایک ایسا شخص جس نے کبھی پہلے آئینہ نہ دیکھا ہو جب وہ اس کے پاس آکھڑا ہو۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے۔ مگر جب وہ اپنی ہر ایک حرکت کے ساتھ اس میں بھی حرکت پاتا ہے تو آخر اس پر کھل جاتا ہے کہ یہ میرا ہی عکس ہے اور وہ اس سے اپنے عیب یا حسن پر آگاہی حاصل کرنے میں کام لیتا ہے اسی طرح خدا نے اپنا جلوہ

دکھانے کے لئے انسان کے دل کو پیدا کیا ہے پس جیسا کہ ایک شیشہ میلا ہو جاتا ہے اور کام نہین
دیتا تو اس کا مالک اُسے پھینک دیتا ہے اور وہ چور چور ہو جاتا ہے ایسا ہی خدا بھی جب دیکھتا ہے
کہ کوئی دل میلا ہو گیا ہے اور اب اُس کے جلوہ کو قبول نہین کرتا تو وہ اسے زور سے پھینک دیتا ہے
اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے ہاتھ مین ایک شیشہ پکڑا
ہوا تھا جسے مین سخان الفاظ... کے ساتھ زور سے زمین پر دے مارا اور کہا کہ اس طرح پھینک دیا
جاتا ہے اس کے گرنے سے ایک ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی اس کے بعد غور کرکے
مجھے اس خواب سے کھلا کہ ایک بزرگ انسان جب اپنے دل کو بہت صاف کرتا ہے اور خدا کا جلوہ
اس پر اچھی طرح سے پڑتا ہے تو کم علم لوگ سمجھتے ہین کہ یہی خدا ہے مگر اصل مین اسے خدا سے کیا نسبت
وہ تو اس کا ایک ادنیٰ بندہ ہے۔ لیکن چونکہ اس کے دل پر خدا کا عکس پڑتا ہے اس لئے لوگ اسے
خدا سمجھ لیتے ہین اور یہی بھید ہے تمام دیوتاؤن وغیرہ کا۔ خیر یہ تو ایک بات مین بات آگئی اور اس طرح
میری خواب بھی پوری ہو گئی اب پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتا ہون اور وہ یہ کہ توبہ کے بعد خدا تعالیٰ نے عبادت
کو رکھا ہے یعنے انسان نہ صرف اپنے دل کو صاف کرے اور توبہ سے زنگ کو دور کرتا رہے بلکہ
پھر اپنے دل کی صفائی سے یہی کام لے یعنے اپنے دل پر خدا تعالیٰ کے جلوہ کا عکس بھی ڈالتا رہے
اور اپنے وقت کا ایک حصہ عبادت مین خرچ کرے۔ عبادت مین حکمت یہ ہے کہ اس سے انسان کا تعلق
خدا تعالیٰ سے روز بروز بڑھتا رہتا ہے اور اگر انسان عبادت نہ کرے تو ضرور ہے کہ جلدی ہی دل مین
انسان کا تعلق خدا سے کٹ کر شیطان سے ہو جائے پس خدا تعالیٰ نے عبادت کرنے کی طرف اپنے
بندون کو خاص توجہ دلائی ہے دیکھو تجارت وہ بری ہوتی ہے جو ایک جگہ ٹھہر جائے اور اس کے
نفع مین ترقی نہ ہو جب کسی سوداگر سے یہ معاملہ پیش آیا تو سمجھو کہ اس کا کاروبار جلدی ہی تباہ ہو جائیگا
پس اسی طرح اگر انسان خدا سے تعلق پیدا کرکے آخرت کا نفع نہ جمع کرے تو دینی تجارت بھی جاتی رہیگی
اور وہ اس مین گھاٹا کھائیگا پس چاہیئے کہ انسان عبادت مین سستی نہ کرے ورنہ سب کیا کرایا غارت
ہوگا ہم دنیا مین عبادت کی ایک معمولی سی مثال دیکھتے ہین کہ بہت سے آدمی اپنی جگہ کے افسر سے ملنے

کی کوشش کرتے ہیں اور جب ایک دو منٹ کے لئے اُس سے ملاقات نصیب ہوتی ہے تو ان کو صد درجہ
کی خوشی ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور گو کہ اس کوشش میں ان کو بہت سی
تکلیفیں بھی اُٹھانی پڑتی ہیں اور بہت سا روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے مگر کچھ پروا نہیں کرتے۔ پھر بعض
دفعہ پہرہ داروں اور اردلیوں کی جھڑکیاں کھاتے ہیں مگر اُف تک نہیں کرتے تو جب کسی شخص کو خدائے
عزّ و جل سے جو احکم الحاکمین ہے ملنے کا موقعہ ملے تو وہ کیسا خوش نصیب ہے اور اگر وہ سُستی کرے تو اُس سے
بدتر اور کون ہے دیکھو خدا کسی کو جھڑکیاں نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی ایک قدم اسکی طرف جاتا ہے تو وہ
اسکی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور اگر کوئی آہستہ چل کر آتا ہے تو وہ تیز آتا ہے اور اگر کوئی تیز چل کر آتا ہے
تو وہ دوڑ کر آتا ہے اور یہ بات بھی نہیں کہ اس کے دیدار اور ملاقات کے لئے مہینوں یا برسوں انتظار کرنا پڑے
بلکہ ایک دن میں کم سے کم پانچ دفعہ اس نے ہمیں ملاقات کا موقعہ دیا ہے پھر اگر ہم سستی کریں تو یہ ہماری
بدبختی ہو (نعوذ باللہ) نہ کہ کچھ اس پر الزام ہے پھر عبادت کے بعد خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حمد اور شکر
بھی کرنا چاہیئے اور اس کے احسانوں کو ہمیشہ یاد کرتے رہنا چاہیئے دیکھو ایک فقیر کو ایک آدمی پیسہ دیتا ہے
تو وہ اس قدر ممنون ہوتا ہے کہ اس کو سچے دل سے ہزاروں دعائیں دیتا ہے اور نہایت شکر گزار
ہوتا ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کہ جس نے ہم پر بے پایاں احسان کئے ہماری شکر گذاری کا کس قدر مستحق
ہے اور اگر ہم شکر کریں تو اس سے اس کو کچھ فائدہ نہیں پہونچتا بلکہ خود ہم کو ہی نفع ملتا ہے کیونکہ وہ
فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم یعنے اگر تم لوگ میرا شکر کرو گے تو میں تم کو اور بھی دونگا اور
زیادہ سے زیادہ انعام کرونگا پس اسکے شکریہ ادا کرنے میں ہم اس پر کچھ احسان نہیں کرتے بلکہ الٹا خود
فائدہ اٹھاتے ہیں اگر ہم ناشکری کریں تو اس کا نقصان بھی خود ہم کو اُٹھانا پڑیگا کیونکہ خدا تعالیٰ کو اس سے
کچھ نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ بنگال گورمنٹ کے بیشمار احسانات کا کفران کرکے اگر بنگالی برسر فساد
ہوئے تو انہوں نے بعض انسانی جانیں لے لیں اور ملک کے ایک حصہ میں بے امنی پھیلا دی۔ لیکن
خدائی گورمنٹ سے کوئی شخص مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو وہ خود سزا پائیگا اور
وہ غم و غصہ سے کس قدر جوش بھی دکھائے۔ تو بھی لا حاصل ہوگا کیونکہ کسی دنیاوی گورمنٹ کے عہدہ داروں کو

تو بہت گو سے کارگر ہو سکتے ہین مگر الٰہی گورنمنٹ ایسی طاقتور ہے کہ اس کے افسرون پر کوئی ہتھیار اثر نہین
کر سکتا کیونکہ ان کے لیئے واللہ یعصمک من الناس کا حکم جاری ہو چکا ہوتا ہے پھر اگر ہم میں سے کوئی گورنمنٹ کی
ناشکری کرے تو بوجہ انسان ہونے کے ممکن ہے کہ اس کے عہدہ دار اس واقعہ سے بے خبر رہین لیکن آسمانی
بادشاہت کے برخلاف کچھ عملاً تو کبھی ہو ہی نہین سکتا کیونکہ وہ کسی طرح بھی اپنے خیالات کو چھپا نہین سکتا
اور چونکہ خدا تعالیٰ مخفی سے مخفی رازون کو جانتا ہے اس لیئے ایسا شخص ضرور مستوجب سزا ہوگا مین نے شرک کے
معاملہ مین بارہا سوچا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی بڑا رحیم ہے کہ اول تو خود ہی ہماری آسائش کے سامان بہم پہنچاتا
ہے اور ہر قسم کی نعمتین ہمین عنایت کرتا ہے پھر ان نعمتون سے فائدہ اُٹھانے کے لیئے اُس نے ہمین اعضا اور
حواس بھی پہلے سے ہی دے رکھے ہین لیکن اگر کبھی ہمارے منہہ سے یہ نکل جاوے کہ خدا کا ہم پر بڑا فضل ہے
اور ہم شکر کرین تو وہ اور بھی خوش ہوتا ہی اور کہتا ہے کہ میرے بندے نے بڑا کام کیا آؤ مین اس پر اور
بھی احسان کرون مگر غور کر کے دیکھو تو ہم نے کچھ بھی نہین کیا سب کچھ اسی کا دیا ہوا تھا دل جس نے شکر کرنے کا
خیال کیا اور زبان جس نے شکر کیا یہ بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے پھر ہم نے کیا کیا کہ جس کا بدلہ وہ ہمین دیتا ہے۔
غرضیکہ اس بات کو سوچکر مجھے بڑی حیرت آتی ہے کہ خدا کیسا رحیم کریم ہے۔

پھر آگے چل کر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ علاوہ شکر کے تم لوگ میری خاطر اپنی جانون سے کچھ چھوڑ او بھی
یعنے بعض ایسی چیزین جو تمہارے لیئے جائز ہی ہون وہ چھوڑ دو تا مجھ سے تعلق اور بھی بڑھے مثلاً اعتکاف کرو
کہ اپنی آزادی کو میرے لیئے چھوڑ دو یا اسی طرح اور بعض بدیون سے رکو اور پرہیز کرو اس کے بعد فرماتا ہے کہ تم لوگ میرے لیئے
رکوع و سجود بھی کرو یعنے ہر وقت فرمانبرداری کی طرف توجہ لگائے رکھو اس رکوع و سجود پر مجھے خیال آتا ہے۔ کہ
انسان کو بھی خدا نے کیسا ضدین کا تابع پیدا کیا ہے یہی انسان ہے کہ ایک ساعت اگر برائی کی طرف جھکتا ہے تو
صدورجہ کی شرارتین کرنے لگتا ہے اور نیکی کی طرف توجہ کرتا ہے تو تب بھی کہین کا کہین جا پہنچتا ہے۔ مین نے
کتے کو دیکھ کر خیال کیا کہ اس مین دو صفتین ہین ایک تو بری اور ایک نیک۔ بری صفت تو حرص ہے اور
نیک صفت وفاداری۔ مگر جب انسان شرارت پر آتا ہے تو کتے کی فرمانبرداری کرتا ہے اور حریص ہو جاتا
ہے مگر افسوس ہے اس بات کا کہ وہ اس کی نیک صفت اختیار نہین کرتا یعنے اپنے مالک اور آقا کی ذرہ

بھی وفاداری نہین کرتا اس صورت مین وہ کتے سے بھی بدرجہا بدتر ہے مگر ساتھ ہی ایسے لوگ بھی
ہین جو کتے سے سبق نہین لیتے اور فرشتون سے نصیحت حاصل کرتے ہین یعنے وہ خدا کے ہر حکم کے آگے
فرشتون کی طرح سجدہ کرنیکے لیئے تیار ہوتے ہین بلکہ فرشتہ سے بھی بڑھ جاتے ہین اور نہ صرف سجدہ
کرتے ہین بلکہ رکوع بھی کرتے ہین پس انسان اگر برائی کی طرف لگتا ہے تو کتے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے،
اور اگر نیکی اختیار کرتا ہے تو فرشتون سے بھی بڑھ جاتا ہے غرض کہ خدا تعالی نے اس جگہ پر اپنے
بندون کو راستہ بتایا ہے کہ تم لوگ فرشتون کی پیروی کرو اور پھر اُن سے بھی بڑھ جاؤ۔
پھر فرمایا ہے کہ تم لوگ امر بالمعروف کرو یعنے بنی نوع انسان کو ہمیشہ نیک باتون کی طرف بلاتے
رہو دیکھو اگر ایک شخص کے پاس کچھ روپیہ ہو اور وہ اپنے ایک بھائی کو جو سخت مصیبت مین مُبتلا ہو
مدد نہ دے تو دنیا اُسے کس قدر ناپسند کرتی ہے اور اس سے کس قدر نفرت کی جاتی ہے کیونکہ اس کے پاس
ایک چیز تھی اور باوجود اس کے اس نے اپنے بھائی کی جو اس چیز کا سخت محتاج تھا مدد نہ کی۔ اُسکو تمام لوگ
ذلیل سمجھنے لگتے ہین پس اگر کسی شخص کے پاس روحانی خزانہ ہو یعنے سچا مذہب اس نے پالیا ہو تو کیون
وہ دوسرون کو ہدایت نہ کرے اگر وہ ہدایت نہ کریگا اور لوگون کو امر بالمعروف کرنے سے بخل یا سستی
کریگا تو وہ اس دنیاوی بخل سے کہین بدتر ہوگا کیونکہ ایک مالدار شخص نے اگر کسی بھائی کی مدد نہ کی تو
اس کا اثر صرف چند گھنٹون یا دنون یا مہینون یا سالون تک ہوگا کیونکہ آخر موت کے بعد اس غریب کو
ہر ایک دکھ سے نجات مل جائیگی لیکن اگر کوئی ہدایت پاکر ہدایت نہین دیتا تو وہ اپنے بھائی کو ابدالآباد تک
کیلیئے ہلاک کرنا چاہتا ہے پس یہ اس دنیاوی بخل سے کہین بڑھکر ہے پس انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت
امر بالمعروف کرتا رہے اور جو ہدایت کا خزانہ اس کے پاس ہے اس سے اپنے بھائیون کو محروم نہ رکھے ورنہ اس کا
نام خدا کے حضور بخیلون مین لکھا جائیگا اور جب دنیاوی مال کے بخیل کے لیئے خدا فرماتا ہے کہ وہ کبھی ہدایت
نہین پا سکتا تو جانتے ہو روحانی مال کا بخیل کس قدر عذاب کا مستوجب ہوگا یاد رکھو کہ دنیاوی بخیل بچ
سکتا ہے مگر روحانی بخیل کے دل پر جب مُہر لگائی جاتی ہے تو وہ نہین ٹوٹا کرتی۔
پھر خدا تعالی نے فرمایا کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرو یعنے گناہون سے بچو اور نیکون کو بھی اس حد تک کے د

جہاں تک حکم ہے ایسا نہ ہو کہ بے موقعہ عبادت کر بیٹھو کیونکہ وہ بھی ہلاکت کا ذریعہ ہے دیکھو نماز کیسی ثواب کی چیز ہے لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سورج چڑھتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز اس کے لئے ہلاکت ہو جائیگی اور روزہ کس قدر نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص ارادتاً عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو وہی روزہ اس کے لئے تباہی کا باعث ہوگا پس معلوم ہوا کہ ہر ایک کام اپنے وقت پر اچھا ہوتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ نیکی ہو یا بدی ہو حدود اللہ کا لحاظ ضرور رکھو کیونکہ انسان کا اصل مقصد تو خدا تعالیٰ کی خوشی ہے نماز روزہ اگر یہی عبادتیں کسی اور طرح پر ہوتیں تو خدا کو خوش کرنے کے لئے انسان اسی طرح کرتا پس چونکہ خدا تعالیٰ ہی مقصود بالذات ہے اس لئے اس کی مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھنا نہیں چاہئے۔

Digitized by Khilafat Library

آخر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی انسان نے اس پر عمل کیا اور دینی تجارت کے عہد نامہ پر ثابت قدم رہا تو ایسے شخص کو جو ایک با اخلاص مومن کا درجہ پا چکا ہے بشارت دو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی افسر اگر کسی کو اس کی کامیابی کی بشارت دے تو وہ پھولا نہیں سماتا۔ تو جس کو خدا بشارت دے وہ کیسا خوش ہونا چاہئے اور کس طرح غمگین ہو سکتا ہے اگر انسان خدا کو غفار الرحیم ستار اور وعدوں کا پورا کرنیوالا مان کر پھر بھی غم کھائے تو یہ اس کی بڑی نادانی ہے کیا اسے یقین نہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ صبر کریگا اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھیگا تو اسکو نعم البدل عنایت ہوگا پس مومن انسان کو کوئی غم نہیں پہنچتا وہ دکھوں میں خوش اور غموں میں فرحان و شادان رہتا ہے یہ تمام چیزیں جو ہمارے پاس ہیں یہ سب خدا کی امانتیں ہیں بلکہ ہم خود بھی اسی کے ہیں پس اگر وہ کسی وقت مصلحت سے ایک امانت ہم سے واپس لیتا ہے تو ہم کیوں افسوس کریں امانت کی واپسی پر جو شخص افسوس کرتا واویلا اور شور مچاتا اور چلاتا ہے اسکو کل دنیا پاگل سمجھتی ہے پس اگر خدا ہم سے کوئی امانت لے لے اور ہم شور و غل کریں تو ہمارے پاگل ہونے میں کیا شک ہے اور ایسا کرنا مومن کی شان سے بالکل بعید ہے دیکھو کہ خدا اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا جو شخص اس کے کسی فعل پر نالاں ہوتا ہے تو وہ نعوذ باللہ اسے ظالم سمجھتا ہے مگر خدا ظالم نہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک نبی ہم میں آیا اور اپنا کام کر کے ہم سے جدا ہو گیا یہ ایک ایسا صدمہ ہے جو دنیا میں سب سے بڑھ کر ہے مگر کیا خدا نے ہم پر ظلم کیا کبھی نہیں بلکہ جب اس نے مصلحت وقت یہی دیکھی کہ اسکو واپس بلا لے تو ساتھ ہی اس کے ہماری تسلی کیلئے قدرت ثانی کا وعدہ کر دیا کہ اس کے جانے کے بعد میں تمہیں اپنی قدرت کا دوسرا نمونہ دکھلاؤنگا پس اس طرح اس نے حضرت مسیح موعود کی پیدائش کو اور وفات دونوں کو مبارک کر کے دکھلا دیا۔ اب میں لیکچر ختم کرتا ہوں اور قرآن شریف کی آیات سے وہ طریقہ بتا چکا ہوں کہ ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام
مرزا محمود احمد

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین

ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ خدا نے مجھے کیون پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا جب اس چند روزہ زندگی کے لئے انسان اس قدر کوششین کرتا ہے اور تدبیرین کام مین لاتا ہے اور روزانہ ضرورتین محسوس کرتا ہے تو کیا اُس لامحدود زندگی کے زمانہ کے لئے کوئی ضرورت نہین اور کیا ہمین اس کے لئے کچھہ بھی تیاری نہین کرنی چاہیئے۔

ہمارے انبیاء و اولیاء آخرت کے متعلق بہت کچھہ حالات بیان کر چکے ہین اور جو ضرورتین وہان پیش آئین گی اور جو اون کے حصول کے ذرائع ہین اُن کی نسبت قرآن شریف بہت بسط اور تفصیل کے ساتھ ہمین بہت کچھہ بتا چکا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کسی چیز کو بے فائدہ اور لغو پیدا نہین کرتا۔ کیونکہ یہ اس کی شان کے برخلاف ہے اُس نے جو انسان کو حواس خمسہ اور ہاتھ پاؤن دل و دماغ دیئے ہین تو جب مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ تو وہان بھی کچھہ ایسے سامان موجود ہونے چاہئین جن مین یہ چیزین مشغول رہین چنانچہ خدا تعالیٰ نے جنت مین وہ سامان پیدا کئے ہین اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو اس کا انسان کو پیدا کرنا ایک عبث عمل ٹھہرتا چنانچہ جیسا کہ جنت مین اُس نے سامان بنائے ہین ویسا ہی اس نے اون کے حصول کے ذریعہ بھی بتا دیئے ہین اور اسلام اس راستہ کو بتاتا ہے جس پر چل کر انسان اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکے اور اُن انعامات کو پا سکے جو اس کے لئے بعد از موت مقرر ہین۔ چنانچہ یہ آئتین جو مین نے پڑھی ہین ان مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ مجھے اپنی ساٹھہ یا ستر برس کی زندگی اور تھوڑا مال دے دو۔ تو مین اس کے بدلہ مین تمھین ایک غیر محدود زندگی اور بے شمار اجر دون گا جس کا دوسرا نام جنت ہے۔ سو خدا تعالیٰ ان آئتون مین فرماتا ہے کہ ہم نے مومنون سے اُن کی جان اور مال خریدا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کو اس کے بدلہ مین جنت دیجائے سو کیسا خوش قسمت ہے وہ انسان کہ جو ایسا با نفع اور مفید سودا کرے - جس مین نفع ہی نفع

ہے اور نقصان نام کو نہین - انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے -
اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رسان ہو - پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی
تجارت نہ کرے کہ جس مین لاکہون کا نہین کروڑون کا نہین بلکہ غیر محدود نفع ہے خدا تعالےٰ
اس جگہ فرماتا ہے کہ اس سودے مین کوئی نقصان نہین ہے پھر تجارت مین اس بات کا
لحاظ بھی کر لیا جاتا ہے کہ بازار کا بھاؤ کیا ہے اور یہ تجارت ایسی تو نہین جس سے پہلے
سوداگر ضرر اُٹھا چکے ہین - سو اس دینی تجارت مین بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم بھاؤ دریافت
کرین اور اپنے سے پہلے تاجرون پر غور کرین کہ انہون نے اس تجارت سے کیا نفع یا نقصان
اُٹھایا سو ہم دیکھتے ہین کہ آدم سے لے کر ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) تک بیشمار
سوداگر ہو گذرے ہین - جنھون نے ہمیشہ اس سوداگری سے فائدہ ہی اُٹھایا بلکہ جو شخص
اُن کے مقابلہ مین کسی اور جنس کا سوداگر بنا وہ ان کے سامنے ہلاک کیا گیا اور وہی کامیاب
رہے ان سوداگرون مین سے سب سے بڑے ہمارے آنحضرت صلعم تھے - جب آپنے اس تجارت
کو شروع کیا تو آپ ایک یتیم بچہ تھے کوئی آپ کو جانتا تک نہ تہا مگر خدا نے آپ کو در یتیم بنایا
اور وہ مرتبہ دیا - کہ اس وقت کروڑون آدمی آپ کے نام پر جان دینے کو تیار ہین آپ کو وہ
چمک عنائت کی گئی - کہ سورج کی روشنی ماند پڑ گئی - آپ کو اس تجارت سے اس قدر فائدہ
پہونچا - کہ اب تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے ہین - آپکے نام کی عزت کے لئے لوگ کوشش کرتے
ہین - چنانچہ آج جو ہم لوگ اس جگہ اکھٹے ہوئے ہین تو صرف اس لئے کہ اس برگزیدہ
نبی کا نام دنیا سے مٹا جاتا ہے اُسے پھر روشن کرین پس جبکہ آپنے اس آیت کے موجب
سوداکر کے اِس قدر نفع اُٹھایا تو ہمین بھی چاہیئے - کہ جب کبھی کوئی سودا کرین - تو دیکھ
لین کہ آیا ہم سے پہلے آن حضرت صلعم نے یہ سودا کیا تہا کہ نہین تاکہ ہم بھی آپکے قدم بقدم چل کر
اسی طرح فائدہ اُٹھائین - پس اگر ہم آپ کی خریدی ہوئی جنس کو خریدین گے تو ضرور نفع اُٹھائینگے
اور اگر وہ جنس خریدین گے - جو ہم سے پہلے فرعون و ابوجہل نے خریدی تہی تو ضرور ہے

کہ ہم اپنی آئندہ زندگی سے بے توجہی کرین کیونکہ بے توجہی ایمان کی کمزوری پر دلالت
کرتی ہے اگر ایمان کامل ہو تو کبھی خدا کی طرف سے غفلت نہ ہو۔ دیکھو ایک طالب علم کو
یقین ہوتا ہے کہ مین ایک دن ضرور کامیاب ہونگا اور ایک خاص امتحان پاس کر کے بہت
عزت حاصل کرونگا اس کے لئے وہ راتون کو جاگتا ہے اور اس کی غرض اس قدر ہوتی ہو
کہ اس زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گذر جائین اور وہ یہان تک محنت کرتا ہے کہ بعض
اوقات اس کو سل اور دق ہو جاتی ہے۔ مزدور سارا دن محنت کرتا ہے۔ دھوپ مین ٹوکری
اٹھاتا ہے اور سردی مین سرد گارے مین گھستا ہے یہان تک کہ اس کا بدن ٹھٹھر جاتا
اور یہ سب اس امید پر کہ شام کو گھر مین جا کر آرام پائے گا۔ پس اگر انسان کو ایمان ہو۔ کہ
اس دنیا کی تھوڑی سی زندگی مین اگر مین خدا کی بتائی ہوئی تجارت کرون گا تو ابدالآباد تک
نفع اُوٹھاؤن گا تو وہ بے توجہی کیون کرے۔ پس اصل بات یہی ہے کہ گنہگار انسان کو
روزِ آخرت پر ایمان ہی نہین ہوتا اگر اس کو ایمان ہو تو وہ بے توجہی کبھی نہ کرے۔

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے وہ مال جمع کرے کہ جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ
اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کرین۔ دنیا کا روپیہ اگر یہ جمع کرتا ہے تو اس کے مرنے
کے بعد اس کے ورثاء اُسے بے طرح لُٹا دین گے۔ اور ضائع کر دین گے لیکن اگر یہ اس قرآن
کی بتائی ہوئی تجارت کو کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا کہ اس کے بعد کوئی اسے برباد
نہ کر سکیگا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ خدا تعالیٰ ایسے تاجرون کا خود خزانچی بن
جاتا ہے پس جس کا خزانچی خدا ہو اس کو اور کسی کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ چاہتے ہین کہ ان کا
خزانچی امین ہو۔ پس جب خدا سا امین خزانچی ملے تو اور کیا چاہیئے اور خدا کے پاس مال
رکھوانے مین صرف یہی فائدہ نہین کہ وہ امین ہے بلکہ علاوہ امانت کے وہ اس مال کو بڑھاتا
ہے اور جب مال واپس کرتا ہے تو ہزارون لاکھون بلکہ غیر محدود گنا زیادہ کر کے دیتا ہے
پس اس تجارت اور امانت مین فائدہ ہی فائدہ ہے کوئی نقصان نہین مگر شرط یہ ہے

کہ پہلے اپنی جان و مال کو خدا کے سپرد کرے اور اپنے وجود کو بیچ میں سے الگ کرے ہاں جب وہ ایسا کرے گا تو پھر اسے چند روزہ زندگی کے بدلے غیر محدود زندگی ملے گی اور اس تھوڑے مال کے بدلے بے شمار دولت ملیگی۔

Digitized by Khilafat Library

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یقاتلون فی سبیل اللہ۔ یعنے ایسے مؤمن جنھوں نے اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کے ہاتھ جنت کے بدلہ میں بیچدئے ہیں وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں یعنے اُن کا فرض یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں پس اس جگہ خدا تعالیٰ ان کو اپنے راہ میں جہاد کرنے کی تعلیم دیتا ہے آگے جہاد خواہ تلوار کا ہو خواہ قلم کا خواہ زبان کا۔ خواہ کسی اور قسم کا۔ پس جب انسان کچھ روپیہ کے بدلے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر فوج کی نوکری کرتا ہے تو وہ خدا کی فوج میں کیوں داخل نہیں ہوتا جہاں بے تعداد اجر ملتا ہے۔ ہر ایک انسان فطرتاً کہیں نوکری کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہے۔ کہ کہیں مجھ پر پیچھے کوئی آفت نہیں آئے گی۔ چنانچہ اکثر لوگ اُن ریاستوں میں جہاں بدنظمی پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ نوکری نہیں کرتے کہ کہیں لینے کے دینے نہ آپڑیں اور تنخواہ کے علاوہ جائداد تک ضبط نہ ہو (جیسے اکثر ریاستوں میں ہوتا ہے) پس جس کو خدا جیسا وعدوں کا پورا اور مہربان مالک نوکر رکھے اُسے اور کیا چاہیئے اِن دنیاوی گورنمنٹوں کے پاس انسان کچھ روپیہ کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور جنگوں میں سر کٹواتا ہے ممکن ہے کہ جہنم کے دروازے ان کے لئے کھولے جاویں مگر جو خدائی گورنمنٹ کی راہ میں مارا جاتا ہے یعنے دین کی خدمت کرتا ہوا فوت ہو جاتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جنت کی حوریں اس کی منتظر ہیں۔ پھر دنیاوی گورنمنٹوں کے ملازم سپاہی جب ہزاروں معرکہ

ملہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان دنیاوی کام چھوڑ دے بلکہ ایک ہی وقت میں انسان کسی گورنمنٹ کا نوکر اور خدا کا سپاہی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اور راہ ہے اور وہ اور۔ انسانی گورنمنٹیں جسموں پر حکومت کرتی ہیں مگر خدائی گورنمنٹ کا ہیڈکوارٹر دل ہوتا ہی۔

مار کر پنشن لیتے ہین تو اون کو نصف پنشن ملتی ہے ۔ مگر خدا کا سپاہی جب پنشن لیتا ہے ۔ یعنے فوت ہوتا ہے تو اس قدر عظیم الشان دی جاتی ہے کہ اُس کے وہم وگمان مین بھی نہین آسکتی تھی پھر یہان کی سلطنتون کی حفاظت سپاہی کرتے ہین مگر برخلاف اس کے الٰہی گورنمنٹ اپنے سپاہیون کی خود حفاظت کرتی ہے اور یعصمک من الناس کی خوش آئند آواز اُنہین سنائی جاتی ہے وہ زندہ رہین یا فوت ہو جائین دونون حالتون مین فائدہ مین رہتے ہین ۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فیقتلون ویقتلون یعنے وہ لوگ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کرین اور اس کی فوجون مین داخل ہو جائین ان مین دلیری بھی چاہیئے اور چاہیئے کہ وہ دوسرون کو مارین اور آپ مارے جائین اور اپنی جانین لفظاً نہین بلکہ عملاً خدا کے سپرد کرین ۔ پھر فرماتا ہے کہ وعداً علیه حقاً فی التوراۃ والانجیل والقران ومن اوفی بعہدہ من اللہ یعنے یہ سودا کرکے جو انعام اور نفع خدا نے تم کو دینے کا وعدہ کیا ہے کیا یہ سچا ہے یا جھوٹا سو خدا تعالےٰ یہان اپنے وعدہ کی نظیرین بتاتا ہے کہ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے ۔ کہ مین نے تین بڑی قومون سے وعدے کئے تھے ۔ تو کیا وہ غلط نکلے جب نہین تو پھر تم کیون ڈرتے ہو جب خدا کی عادت ہے کہ وعدون کا سچا ہے اور جو کہتا ہے اُسے پورا کرتا ہے ۔ تو پھر یہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے کیون پورا نہ ہوگا کیا خدا سے زیادہ کوئی اور بھی ہے جو وعدون کا سچا اور پورا ہو ۔ پس تم اپنی جانون اور مالون کو اس کے سپرد کرو وہ وعدہ کرتا ہے کہ تم کو اس تجارت سے بہت فائدہ پہونچے گا اور تم ابد الآباد کی زندگی اور لاانتہا مال پاؤگے ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اس آیت مین فرماتا ہے کہ یہ وعدہ مین نے کیا ہے اور بالکل حق اور درست کیا ہے یعنے قسمی طور سے ہے اور مؤمنون کا حق ہے کہ اس سے وہ وعدہ پورا کرائین اور یہ پہلے اہل توریت سے ہو چکا ہے یعنے موسےٰ سے بھی ایک وعدہ ہوا تھا کہ ہم تیری قوم کو فرعون کے ہاتھون سے نجات دین گے اور تم کو بڑی ترقی دین گے ۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے ہین تو اس وقت بنی اسرائیل پر بہت ظلم ہوتے تھے ۔ یعنی کل قوم کو آدھا دن اینٹین بنانی پڑتی تھین اور وہ اس ملک مین نہایت

ذلت سے رہتے تھے مگر جب حضرت موسیٰ نے آکر ان لوگون کو خبر دی کہ اب خدا کا ارادہ تم کو
چھوڑانے کا ہے اور وہ اب تم کو آزاد کریگا اور پھر جا کر فرعون کو کہا کہ تو اس قوم کو چھوڑ دے
تو اس کا نتیجہ ایسا خطرناک ہوا کہ پہلے تو صرف آدھا دن اُنہین کام کرنا پڑتا تھا اب فرعون نے
یہ خیال کرکے کہ یہ لوگ آدھا دن جو خالی رہتے ہین اس مین مختلف خیالات اُٹھتے رہتے ہین اور
آزادی کی امنگین پیدا ہوتی ہین آؤ ان کو سارے دن کام پر لگائے رکھو حکم دیا کہ آج سے یہ لوگ
اینٹین پکانے کے لئے لکڑیان بھی خود ہی اکٹھی کیا کرین اور نصف وقت اینٹین بنائین اور
نصف وقت مین اوس کے لئے ایندھن جمع کرین اب یہ ایسا وقت تھا کہ بنی اسرائیل گھبرا گئے
اور لگے موسیٰ کو بُرا بھلا کہنے کہ آگے تو پھر بھی کچھ وقت خالی رہتا تھا اس کے آنے سے وہ بھی
جاتا رہا اور آگے سے بھی زیادہ مصیبت پڑی مگر کیا خدا کا کلام جھوٹا نکلا؟ نہین اُس کا وقت قریب تھا
ہان یہ واقعہ جو ہوا تو صرف اس وجہ سے کہ تا خدا اُنہین بتائے کہ یہ کام جو کچھ ہوا یہ بنی اسرائیل کی
کوششون اور تدبیرون سے نہین ہوا بلکہ محض خدا کے فضل سے اور اس کے وعدہ کیمطابق
ہوا اور اُس نے ظاہر کیا کہ جب انسان کچھ نہین کرسکتا اور بات ناممکن ہو جاتی ہے تو اس وقت
مین اسے کرکے دکھا دیتا ہون۔ پس جب بنی اسرائیل طرح طرح کے عذابون کی تاب نہ لا سکے اور
اُن کی چیخ پکار بڑھ گئی اور انہون نے آہ وزاری شروع کی تو خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو
فرعون کے ہاتھون سے بچایا اور اس کو مع اپنی فوجون کے سمندر مین غرق کیا اور یہ اس لئے
ہوا کہ بنی اسرائیل نے اس کے دکھون سے تنگ آکر بہت آہ وزاری کی تھی پس خدا نے
بنی اسرائیل کے آنسوؤن کو سمندر بنا کر فرعون کو غرق کیا اور وہ فرعون جو حضرت موسیٰؑ سے
ہنسی کرتا تھا اپنا جلوہ سمندر کی تہ مین دکھایا اور بتا دیا کہ خدا جیسا آسمان پر ہے ویسا زمین پر
بھی ہے پس تو مکان کیون بناتا ہے آ مین تجھے چہرہ زمین کی تہ مین سمندر کی لہرون کے نیچے
دکھا دون۔ پس اس طرح خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جو موسیٰؑ سے کہا گیا تھا لفظ بلفظ سچا ثابت ہوا
پھر دوسرا وعدہ خدا تعالیٰ نے ہمارے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا اور جب کہ آپ بالکل

تن تنہا تھے اُس وقت آپ کو وہ خبر دی - جو انسانی عقل اور سمجھ سے بالا تھی یعنے آپ کو وعدہ دلایا کہ ایک بڑی قوم آپکے ساتھ ہوگی اور آپ کا نور کل دنیا مین پھیل جائے گا اور وہ مکہ جہان آپ بکسی کی حالت مین رہتے تھے اُسی مین آپ فاتح ہو کر آئین گے پس یہ ایسے وعدے تھے جن پر ایمان لانا تو الگ اس وقت کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ کیا یہ کسی عقلمند کے موہنہ سے نکل سکتے ہین وہ یتیم جو خود محتاج تہا اس کو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تیری وجہ سے دنیا کے یتیمون اور بیواؤن کی پرورش ہوگی - چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور کل دُنیا نے اُن وعدون کو پورا ہوتے دیکھ لیا اور اس وقت کروڑون کی تعداد مین پھیلے ہوئے مسلمان اسی وعدہ کا نتیجہ ہین پس یہ وعدہ بھی خدا نے بڑے زور و شور سے پورا کیا پھر ایک اور وعدہ تہا جو حضرت عیسیٰ سے کیا گیا تہا اور کہا گیا تہا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کے متبع اس کے منکرون پر غلبہ پائین گے اور ایسا غلبہ پائین گے کہ پھر اس کے مخالف کبھی سر نہ اُٹھائینگے اور ہمیشہ آپکے متبعین کے ماتحت ہی رہینگے - شروع شروع مین یہودیون نے زور کیا اور اس کے خدا کے برگزیدہ کے سر پر کانٹون کا تاج نہ رکھا اور یہ اس لئے کہ وہ خدا کے وعدہ فرمائے تھے کہ مجھے ایک بڑی سلطنت دی جاوے گی مگر خدا نے دکھا دیا - کہ جنھون نے آپکے سر پر کانٹے رکھے تھے - آخر انہین کانٹون کے بسترون پر لوٹنا پڑا اور یہ وہی حضرت عیسیٰ والا وعدہ ہے - کہ جس کے طفیل ہم اس وقت یہان جمع ہو گئے ہین کیونکہ خدا کے فضل سے ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے جو ایک عیسائی سلطنت ہے ہمین مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور اگر یہ گورنمنٹ نہ ہوتی تو ہم ایسا نہ کر سکتے - غرض ان تین وعدون کا ذکر خداوند تعالیٰ یہان فرماتا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تین وعدے ہین جو مین نے کئے ہین اور ایسے وقت مین کئے ہین جبکہ ان کے پورے ہونے کا گمان بھی نہین ہو سکتا تہا تو پھر انسان کیون میرے وعدون پر شک لاتا ہے دیکھو دنیا مین بارہا یہ نظارہ نظر آیا ہے کہ ایک گداگر کو جب ایک جگہ سے ایک پیسہ بھی مل جائے تو جب وہ اُس جگہ سے گذرتا ہے تو صدا دئے بغیر آگے نہین بڑھتا کیونکہ اسے اُمید ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہان سے کچھ نہ کچھ مل ہی رہیگا اور اُس کا پچھلا تجربہ اسے ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے

تو جب خدا تعالیٰ کے وعدوں کو بارہا پورے ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور کبھی وہ خطا نہیں گئے تو پھر کیوں اس کے وعدہ پر اعتبار نہ کیا جائے اور کیوں ہم اس کے دروازہ پر گرے نہ رہیں دنیا میں ایک انسان وعدہ کرتا ہے تو ہم اُس پر ایمان لے آتے ہیں اور اس پر اعتبار کرتے ہیں پھر خدا کے وعدہ پر کیوں شک لائیں انسان کے وعدہ میں تو بہت مشکلات ہیں مثلاً جو شخص جھوٹا وعدہ کرتا ہے یا اب تو اس نے سچے دل سے وعدہ کیا ہے لیکن چند دن کے بعد نیت بدل جائے پھر اگر نیت بھی نہ بدلے تو جن حالات پر اس نے وعدہ کیا تھا وہ حالات بدل جاویں یا وہ خود فوت ہو جائے یا خود وہ چیز جس کا وعدہ تھا جاتی رہے مگر خدا پر تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ وعدہ کر کے بدل جائے اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اس پر کوئی ابتلاء آئے یا جس چیز کو قائم رکھنا چاہے وہ ضائع ہو جائے پس انسان کے وعدہ پر تو ہم کو شک کی گنجائش ہے۔ اور طبعاً شک ہونا بھی چاہیئے۔ مگر خدا کے وعدہ پر تو شک لانا کفر کی نشانی ہے سلطنت کے ایک ادنیٰ ملازم پر ہم یقین کرتے ہیں کہ جو وعدہ اُس نے کیا ہے اسے پورا کریگا۔ پھر خدا کے وعدہ پر ہم کیوں کر تردد کریں وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ جس پر کوئی زوال نہیں۔ جس کی قدرتوں کو کوئی روک نہیں سکتا جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے اور جس کی حکومت ذرہ ذرہ پر ہے پس چاہیئے کہ انسان بجائے کسی انسان سے وعدہ لینے کے خدا سے وہ وعدہ لے جس کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں ہم سے بھی خدا نے اس وقت ایک وعدہ کیا ہے اور اس کا پورا ہونا ہماری کوششوں پر منحصر ہے یہ مت سمجھو کہ یہ کوئی نیا وعدہ ہے نہیں بلکہ وہی جس کی نسبت میں نے ابھی آیت پڑھی ہے کہ حقاً فی التوریٰة والانجیل والقرآن۔ یہ وعدہ ہم سے اس بناء پر نہیں کہ ہم مسیح کی وفات کو مان لیں بلکہ خدا نے اپنے رسول یعنی حضرت مسیح موعود کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر اُسی جنس کو خریدیں گے جس کو پہلوں نے خریدا تو ہم سے بھی وہی نیک سلوک ہو گا پس چاہیئے کہ ہم بجائے اس کے کہ مسیح کی وفات کے متعلق قرآن کی آیتیں اور حدیثیں تلاش کریں اور مسیح کو فوت شدہ ثابت کرنے کی کوشش کریں ہم اپنے نفس کی وفات ثابت کریں اور خدا کی مرضی کے آگے اپنے نفس کو بالکل ہلاک کر دیں کیونکہ اگر مسیح کی وفات ثابت کریں تو دنیا کو کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں پہنچ سکتا لیکن نفس کی وفات ایک ایسی بات ہے کہ